آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد ہونے کے لحاظ سے بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور رسول ہونے کے لحاظ سے بھی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍مئی ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ پڑھا اور پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

(الانعام:۵۱)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو جس رنگ میں ہمارے سامنے رکھا ہے اور آپ کو جو حسین تصویر قرآن کریم میں کھینچی گئی ہے وہ عبد اور رسول کا ایک حسین امتزاج ہے۔

ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ ہمیشہ اس بات کی شہادت دیتے رہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ہیں یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے ایک کامل عبد اور اس کے ایک عظیم رسول ہیں۔ تاکہ ہم پر آپ کے اسوہ حسنہ کی اتباع کی جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ ہمیشہ ہمارے سامنے رہے اور ہم مقدور بھر یہ کوشش کرتے رہیں کہ اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں

اور وہی رنگ اپنے نفسوں پر چڑھانے کی کوشش کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات میں ہمیں نظر آتا ہے۔

یہ اعلان کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد اور رسول ہیں ان دو پہلوؤں پر قرآن کریم نے متعدد جگہ روشنی ڈالی ہے۔ اور مختلف زاویوں سے ان ہر دو پہلوؤں کو کئی جگہ اکٹھا اور بعض جگہ علیحدہ بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔

میں نے ابھی جو آیت تلاوت کی ہے اس میں عبدہٗ کی جو شان ہے، عبد کامل کا جو مقام ہے، اس کے تین پہلو بیان کئے گئے ہیں اور اس طرح رَسُوْلُهٗ کی جو عظمت ہے اس پر بنیادی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں میں یہ اعلان کر دو اور کرتے رہو اور پھر ہمیں چونکہ تلاوتِ قرآن کریم کا حکم دیا ہے اور علم قرآن سکھانے کی ہدایت کی اور یہ تعلیم دی ہے کہ ہر زمانے اور ہر ملک میں امتِ محمدیہ کے افراد بھی یہ اعلان کرتے رہیں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے کروایا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔ پھر میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو تمہیں یہ کہتا ہوں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر جو وحی نازل کی گئی ہے اس کا میں کامل متبع اور اول المسلمین ہوں۔

عبد کے معنے عربی لغت میں عاجزی اور تذلل کو اختیار کرنے اور اطاعت اور فرمانبرداری بجالانے والے کے ہیں۔ ایک اور معنے لغت میں یہ بھی کئے گئے ہیں کہ کامل اتباع اور فرمانبرداری اور کامل عاجزی اور تذلل اس وجود کے سامنے، اس ہستی کے حضور ہوسکتا ہے جو اپنے وجود میں ہر قسم کا کمال رکھتی ہو۔ اس لئے کامل عجز اور کامل اطاعت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو زیب نہیں دیتی۔ اُسی کے سامنے عاجزی اور انکسار کے ساتھ جھکنا چاہئے اور اسی کی کامل اطاعت کرنی چاہئے۔ پس اسی معنی میں عَبْدُهٗ کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جو شان ہے اور اس کی جو عظمت اور قدر ہے، وہ اس کی ذات اور صفات کی معرفت پر منحصر ہے۔ جتنا جتنا کوئی آدمی خدا تعالیٰ کو جانتا اور پہنچانتا ہے اور اس کی صفات کی معرفت رکھتا ہے وہ اسی قدر (اگر وہ اس کا بندہ بننا چاہتا ہے) اس کے سامنے عاجزی اور انکسار کے ساتھ جھکے گا اور انتہائی خشوع کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کا جوا اپنی گردن میں ڈالے گا۔

جس طرح کہنے والے نے لغت میں یہ کہہ دیا کہ جس کی عظمت زیادہ ہوگی جس کی شان زیادہ ہوگی۔ جس کی کبریائی زیادہ ہوگی اسی نسبت کے ساتھ اس کے سامنے تذلل بھی زیادہ کرنا پڑے گا اور اس کی اطاعت بھی زیادہ کرنی پڑے گی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خالق اور قادر اور حکیم اور مالک اور صاحب حسن حقیقی اور احسان کرنے والا یعنی تمام صفات حسنہ سے متصف اور ہر قسم کی کمزوریوں اور نقائص سے منزہ ہے۔ اس لئے حقیقی اور کامل اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوسکتی ہے۔ پس جس طرح اپنی جگہ یہ ایک حقیقت ہے یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے رب عظیم اور رب کریم کی صفات کی کامل معرفت رکھنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ آپ کے علاوہ دنیا میں نہ کسی ماں نے ایسا بچہ جنا اور نہ کبھی جنے گی، جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کامل معرفت حاصل کی ہو اور اس کے نتیجہ میں کامل اطاعت اور فرمانبرداری کی راہ کو اختیار کیا ہو۔

جب ہم ’’عبد‘‘ کے ان معنی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں عبدہٗ کے تفسیری معنے یہ نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت کاملہ تامہ رکھنے کی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی اور تذلل کرنے والے اور اس کی کامل اطاعت اور حقیقی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔ کیونکہ آپ خالی عبد نہیں تھے بلکہ ’’عبدہٗ‘‘ کے مقام پر فائز تھے۔ آپ کا مقام اللہ تعالیٰ کے بندے کا مقام ہے یعنی ایک کامل عبد جیسا نہ آپ سے پہلے پیدا ہوا اور نہ آئندہ کبھی پیدا ہوگا۔

اب ہم ان تین پہلوؤں کو دیکھتے ہیں پہلے بشریت اور عبد ہونے کا پہلو یعنی عاجزی اور تذلل کے اس مقام کا اعلان کہ میں تمہیں کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے

ہیں۔ انہیں لینا چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ دوسرے میں تمہیں کب کہتا ہوں کہ میں علم غیب جانتا ہوں۔ مستقبل کے متعلق جاننا چاہو تو مجھ سے آ کر معلوم کر سکتے ہو۔ میرا تو یہ دعویٰ ہی نہیں ہے۔ تیسرے میں نے تمہیں یہ کب کہا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے بغیر اپنی طاقت سے پاک اور معصوم ہوں۔ اس لئے تم میرے پاس آ ؤ۔

غرض پہلا مقام مقامِ عبودیت ہے جس پر عبد کامل ہمارا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑا ہے اور آپ کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا کہ میں تمہیں کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان کے بعد احمق ہوگا وہ شخص جو یہ اعلان کرتا پھرے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ مجھ سے آ کر لے لو اور بیوقوف ہوگا وہ آدمی جو یہ اعلان کرے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب بتانے کا ملکہ یا قابلیت یا اہلیت یا مقام عطا ہوا ہے۔ اس لئے اے لوگو! علم غیب حاصل کرنا چاہو تو تم میرے پاس آ ؤ۔ میں تمہیں غیب کی باتیں تمہاری منشاء کے مطابق بتادوں گا اور پھر احمق اور بدقسمت ہوگا وہ انسان جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس آواز اور اس اعلان کے بعد کہ میں نے کب کہا کہ میں فرشتہ ہوں، یہ دعویٰ کرے کہ وہ فرشتہ ہے۔ کوئی عقلمند انسان، کوئی آدمی جو محمدؐ اور اس کے خدا سے پیار کرنے والا ہے۔ کوئی شخص جو الٰہی صفات کو جاننے والا ہے، کوئی عقل جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ دیکھا ہے، کوئی دل جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاجزی اور تذلل کے مقام کا مشاہدہ کیا اور اسے محسوس کیا ہے۔ وہ اس قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ بڑا خوف کا مقام ہے۔ میں ایک دن قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ یہ چار پانچ روز پہلے کی بات ہے۔ اس روز سے میں تو اپنے لئے تو بڑا فکر مند ہوں۔ پتہ نہیں انسان کیا کیا غلطیاں کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور ہر وقت استغفار کرتے رہنا چاہئے کیونکہ ہمارا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ یا آپ کی برکتوں کے نتیجہ میں طفیلی اور ظلی طور پر صرف عبد کا مقام ہے۔ اس لئے ہمارا مقام نہ عبدہٗ کا ہے اور نہ رَسُوْلُہٗ کا۔

پس جس ہستی کا مقام عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ یعنی ان دو چیزوں کے ایک حسین امتزاج کا مقام ہے۔اس نے تو اپنی عبودیت اور عبادت اور اس نے تو اپنی عاجزی اور انکسار کا اعلان اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیسیوں جگہ کر دیا اور اسی آیہ کریمہ میں بھی تین زاویوں سے اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میرا یہ دعویٰ ہی نہیں ہے کہ میرے پاس کسی اپنی ذاتی خوبی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں میں تو محض اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور تذلل کرنے والا اور اس کے اطاعت اور فرمانبرداری کا جوُا اپنے گردن پر رکھنے والا ہوں۔ پھر میرا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔ میرا تو مقام یہ ہے کہ میری بیوی جو میری زندگی کا لحظہ بہ لحظہ مشاہدہ کرتی ہے، اگر وہ مجھ سے یہ پوچھے کہ کیا مجھے میرے اعمال کی وجہ سے نجات ملے گی تو میرا جواب یہ ہوگا کہ نہیں عائشہؓ! مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے نجات مل سکتی ہے اور تیسرے فرمایا کہ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ میں فرشتہ ہوں اور کسی ذاتی خوبی کے نتیجہ میں معصوم عن الخطا ہوں گو آپ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معصوم کامل بھی ہیں۔

پس وہ جو خدا کا کامل بندہ بھی تھا اور اس کا کامل رسول بھی تھا وہ تو یہ اعلان کرے مگر ہم میں سے کوئی آدمی باوجود محض عبد ہونے کے اور وہ بھی طفیلی طور پر اور پھر باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کامل معرفت نہ رکھنے کے یہ سمجھے اور کہے کہ وہ نعوذ باللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ گیا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

بعض نوجوان دماغ بہک جاتے ہیں۔ کئی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا بزرگ ہے۔فلاں شخص بڑا فرشتہ ہے۔ میں کہتا ہوں فلاں شخص فرشتہ کیسے ہوگیا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کروایا گیا کہ میں یہ دعویٰ ہی نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور پھر فلاں آدمی بزرگ کیسے بن گیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ (النجم: ۳۳)

جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمارا مقام عبد ہونے کا مقام ہے اور وہ بھی طفیلی طور پر کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود نہ ہوتا تو خدا اور اس کی صفات کی معرفت کس نے حاصل کرنی تھی اور اس عظمت اور جلال کو دیکھ کر اپنے عبد ہونے کے مقام کو کس نے پہچاننا تھا۔

پس اللہ کے عبد کے مقام کی حیثیت میں ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں ان تین اعلانوں کے بعد جو عَبْدُہٗ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رَسُوْلُہٗ سے تعلق رکھنے والا یہ اعلان کروا دیا۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ یعنی میں تو اس وحی کی اتباع کرنے والا ہوں جو مجھ پر کی گئی ہے۔ یہ میرا اعلان ہے اور بس۔ اس کے بعد فرمایا اندھا اور صاحب بصارت وبصیرت برابر نہیں ہوا کرتے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت نہیں رکھتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ شخصیت جو عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کے حسین امتزاج سے بنتی ہے اسے نہیں جانتا، وہ نہ قرب الٰہی، نہ محبت الٰہی اور نہ مقام عبد کو پہچان سکتا ہے اور نہ اسے حاصل کر سکتا ہے لیکن وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو قرآن کریم کے بیان کے مطابق جانتا ہے اور جو یہ بھی جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد ہونے کے لحاظ سے بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اور رسول ہونے کے لحاظ سے بھی آپ خاتم الانبیاء کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آپؐ یہ اعلان کرتے ہیں:-

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ

حالانکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ارفع، اعلیٰ صاحب کمالاتِ کاملہ نبی تھے۔ آپ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب نبی تھے اور آپ اللہ تعالیٰ کے اتنے پیارے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا کہ اگر میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو۔ اگر تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی راہوں سے پرے ہٹ جاؤ گے اور آپ کی برکتوں سے دوری اختیار کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پا سکو گے۔ جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے، وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

پس سوچنے والی بات یہ ہے کہ ہمارا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے کہیں نیچے ہے۔ ایک معاً نچلا مقام تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آ گیا یا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آ گیا۔ پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا درجہ بدرجہ مقام

ہے۔ پھر ان کے نیچے ان لوگوں کا مقام ہے جو نبی نہیں بلکہ محض عبد ہیں اور جس میں ہم سب شامل ہیں۔

پس ہمیں اپنا مقام پہچاننا چاہیے۔ہمیں بزرگی یا فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اور لرزاں و ترساں اپنی زندگی کے دن گذارنے چاہئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے جب یہ اعلان کروایا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ کہتا ہی نہیں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس علم غیب ہے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں تو پھر تم (یا میں) کس منہ سے اس کا (جس کا اتنا انکار کیا گیا ہے) یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

سورۃ انعام میں آگے جا کر بڑی لطیف تفسیر بیان ہوئی ہے۔اس کی طرف میں اس وقت اشارہ کر دیتا ہوں۔ فرمایا تھا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ **(الانعام :۵۱)** کہ اے رسولؐ! تم یہ اعلان کر دو کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن اللہ ہیں۔ اب جہاں تک خزائن اللہ کے نہ ہونے کا تعلق ہے یہ عَبْدُهٗ کا حصہ ہے۔ رَسُوْلُهٗ کا جو حصہ ہے بالکل اس کے مقابلے میں جو آیتیں آئی ہیں وہ اس کو اسی طرح کھول رہی ہیں جس طرح گلاب کی پتیاں کھل رہی ہوتی ہیں اور گلاب کا پھول خوبصورت سے خوبصورت تر بنتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح انکار کیا خزائن اللہ کے ہونے کا۔ اور اقرار کیا اس بات کا کہ یہ رسول بشارت و انذار کرنے والا ہے۔ اب سوچنا یہ چاہیئے کہ ڈرایا کس چیز سے جاتا ہے اور بشارت کس چیز کی دی جاتی ہے۔ ڈرایا جاتا ہے اس بات سے (یعنی جب قرآن کریم ڈرائے۔ ہم اس کی بات کر رہے ہیں۔ خوف مختلف قسم کے ہوتے ہیں لیکن اس وقت ہم دینِ اسلام، خدا تعالیٰ اور قرآن کریم کی تعلیم کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے انبیاء بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے کامل انذار یہ ہے) کہ وہ خزائن اللہ جنہیں تم حاصل کر سکتے ہو، اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں تم خود کو اُن خزائن سے محروم نہ کر دینا۔ بشارت کسی چیز کی دی جاتی ہے بشارت اس چیز کی دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ تمہارے لئے نہ ختم ہونے والے دینی اور دنیوی خزائن

مشروط طور پر مقدر کر رکھے ہیں۔ اگر تم قرآنی تعلیم کی اتباع کرو گے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن راہوں پر قدم رکھے، تم بھی ان راہوں پر قدم رکھو گے تو تم بھی ان خزانوں تک پہنچ جاؤ گے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو خزانے نہیں لیکن میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی طرف راہنمائی کرسکتا ہوں۔ اسی لئے میں دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بلاغ میرا کام ہے۔ میں تمہیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ اگر تمہارے اعمال گندے اور قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جو خزانے پیدا کئے ہیں اور جو نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں تم اُن سے محروم ہو جاؤ گے اور میں تمہیں اس بات کی بشارت بھی دیتا ہوں کہ اگر تم قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو گے اور میرے اسوہ کی پیروی کرو گے تو پھر خدا تعالیٰ کے نہ ختم ہونے والے خزائن سے تم حصہ پاؤ گے مگر اپنی اپنی استعداد کے مطابق۔ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزائن نہیں (میں اگلی آیت کو جوڑ کر اس کا اکٹھا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں) میرے پاس وہ انذار ہے کہ جس پر اگر تم کان دھرو تو محرومی سے بچ سکتے ہو۔ میرے پاس وہ بشارت ہے کہ جس کے مطابق اگر تم عمل کرو تو تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق خزائن اللہ کے مالک بن سکتے ہو۔

غرض قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کی رو سے اور عبد کامل کی حیثیت میں فرمایا۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں لیکن چونکہ میں بشیر اور نذیر ہوں (اگلی آیت کی رو سے) اس لئے اگر تم میرے مقام (اور آپؐ کا مقام تمام انبیاء میں سب سے ارفع ہے) کو پہچانو گے اور میرے اسوہ کی پیروی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے خزانے تمہیں مل جائیں گے اگرچہ وہ خزانے میں محض اپنی طاقت سے تمہیں دے نہیں سکتا۔

پس انکار کیا خزائن اللہ کے ہونے سے اور اقرار کیا اس بات کا کہ محرومی کے راستوں کو میں بند کرتا اور حصول رحمتِ باری کی راہوں کو میں کشادہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان اگلی آیتوں میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

فرمایا:-

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ (الانعام: ۵۲)

پھر فرمایا:-

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

(الانعام: ۵۳)

اور پھر فرمایا:-

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۵۵)

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ رَسُوْلُهٗ کی حیثیت میں یہ اعلان کیا گیا تھا اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اس کی آگے تفصیل بیان فرمائی جو ان تین باتوں کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہے جن کا انکار کیا گیا تھا یعنی پہلے انکار کیا گیا تھا کہ میرے پاس خزائن ہیں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں اور اپنے اس مقام کے لحاظ سے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ پس عَبْدُهٗ کی حیثیت سے اس بات کا انکار کیا گیا تھا کہ میرے پاس خزانے ہیں لیکن رَسُوْلُهٗ کے مقام سے یہ اعلان کیا گیا کہ میں محرومی کی راہوں کو بند کرنے والا اور حصولِ رحمت کی راہوں کو کھولنے اور اُن کو کشادہ کرنے والا ہوں۔

دوسرے فرمایا تھا کہ اے رسولؐ! یہ اعلان کرو وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ میں غیب نہیں جانتا یہ آپؐ کی عبودیت کاملہ کا مقام ہے۔ آپؐ کی اس حیثیت سے یہ اعلان کروایا گیا کہ میں غیب نہیں جانتا اور یہ صرف فلسفیانہ باتیں نہیں۔ آپ اپنے ماحول میں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کئی لوگ غیب کے علم کے جاننے کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ ہماری جماعت میں بھی کئی ناسمجھ لوگ یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ شام کے وقت ہم سے دعا کے لئے کہو اور عشاء کے وقت ہم سے جواب لے جاؤ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا نوکر بن کر ہر وقت اُن کے دروازے پر بیٹھا

رہتا ہے۔ العیاذ باللہ! العیاذ باللہ!! لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان دیکھیں۔ آپ عَبۡدُہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کے عبد کامل تھے اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، بچوں کے سمجھانے کی خاطر میں پھر دہرا دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے وہ عبد تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی کامل معرفت حاصل کی تھی مگر اُس کی عظمت اور جلال کلی طور پر جاننے کے بعد انتہائی عاجزی اور تذلل، انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ اپنا سر اُس کے حضور جھکا دیا۔ پس آپؐ تو یہ اعلان کرتے ہیں کہ میں غیب جاننے کا کوئی دعویٰ ہی نہیں کرتا تو پھر آپؐ کی امت میں سے کسی شخص کا غیب کے جاننے کا دعویٰ کرنا تو سراسر جہالت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مقام رَسُوۡلُہٗ کا مقام ہے یعنی رسول کامل کا اور آپؐ کے اس مقام کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَعِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُہَاۤ اِلَّا ہُوَ ؕ (الانعام:۶۰)

فرمایا یہ صحیح ہے کہ خدا کا یہ بندہ غیب نہیں جانتا لیکن یہ بھی تو ایک حقیقت ہے کہ یہ خدائے قادر وتوانا کا رسول کامل ہے۔

یہ اس ہستی کا رسول ہے جو غیب کو جانتا ہے اور جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ اس واسطے غیب کی بہت سے باتیں رسول ہونے کی حیثیت میں سکھائی جاتی ہیں تاکہ یہ تمہاری اصلاح کر سکے لیکن عبد ہونے کی حیثیت میں تمہیں غیب کی باتیں نہیں بتائے گا۔ پس جو محض عبد ہیں ان کو بہکنا نہیں چاہئے۔

چنانچہ عَبۡدُہٗ کے مقام سے انکار کروایا اور رسول کے مقام سے اقرار کروایا کہ وَعِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ کہ اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ یہاں علم غیب نہیں کہا کیونکہ اس میں بھی ایک مصلحت ہے اور یہ الگ الگ مضمون ہے۔ ویسے قرآن کریم کے مضامین کے بطون تو لامحدود ہیں لیکن اس کا ایک بطن یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ غیب کا علم رکھتا ہے (جیسا کہ انکار کیا گیا تھا) بلکہ فرمایا وہ غیب کی چابیاں رکھتا ہے۔ وہ صاحب مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ ہے۔ غیب کا علم رکھنے میں یہ تو نہیں آتا تھا کہ وہ کسی کو غیب سکھائے گا بھی لیکن چابی رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی کے لئے اسے کھولے گا۔ تاہم جہاں تک اللہ تعالیٰ کی

ذات کا تعلق ہے اُسے تو چابی کی ضرورت نہیں کیونکہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کا تعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور جب کوئی چیز کھولی جاتی ہے تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے کو دینے کے لئے ایسا کیا گیا ہے مثلاً اگر کوئی ایسی چیز ہے جو کسی صندوق یا کمرے میں بند پڑی ہے اور جس کے پاس وہ چیز نہیں اُسے دینی مقصود ہے یا جس کا علم دوسرے کے پاس نہیں اسے یہ بتانا ہو تو تب مِفتَاح کی ضرورت پڑتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو مِفتَاح کی ضرورت نہیں وہ تو علام الغیوب ہے قرآن کریم کہتا ہے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کسی وقت، کسی آن، کسی لحظہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے اس مِفتَاح یا مَفَاتِحُ کی ضرورت تو انسان کو پڑتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ عبد کے مقام سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے یہی سجتا تھا کہ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور اس کے مقام سے (میں نے بتایا ہے کہ آپؐ کی ذات میں عَبْدُهٗ ورَسُوْلُهٗ کا ایک بڑا ہی حسین امتزاج ہے) یہ اعلان کروایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس لئے تم میرے ذریعہ بھی غیب کا علم حاصل کر سکتے ہو اور جو راہیں میں بتاتا ہوں ان کے ذریعہ براہ راست بھی حاصل کر سکتے ہو۔ معلوم ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کی الجھنوں، غیب کی تکلیفوں اور غیب کی ناکامیوں کو (جو ابھی نہیں آئیں) دور کرنے کی چابی دی گئی ہے۔ اس واسطے اپنی دعا کے ساتھ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اپنی بدقسمتی کو خوش قسمتی میں بدلنے کا سامان بھی میں نے تمہیں دے دیا ہے۔

پس جہاں عَبْدُهٗ میں لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کہا تھا وہاں رَسُوْلُهٗ میں کہا کہ اگرچہ میں اپنی ذات میں علم غیب نہیں رکھتا لیکن میرا ایک ایسی ہستی کے ساتھ تعلق ہے جو اپنی صفات میں کامل ہے اور جس نے اپنی رحمتوں سے بنی نوع انسان کو نوازنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اُس نے مجھے اس دنیا میں لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ میں اس کا رسول ہوں ختم المرسلین ہوں اس لئے میں نے تمہارے لئے ہر دو طریق سے پیشگوئیاں کی ہیں۔ چنانچہ غیب کے متعلق یہ پیشگوئیاں قرآن کریم میں بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں بھی

ہیں اور آپؐ کے ارشادات بھی دراصل قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ چنانچہ تیرہ سو سال پہلے کسی نے کہا تھا کہ امت محمدیہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک محبوب مہدی ظاہر ہوگا۔ یہ اسی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور یہ ایک ایسی عظیم الشان پیشگوئی ہے جو ایک لمبے عرصہ کے بعد پوری ہوئی ہے اور تم اس کے خود شاہد ہو۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں مہدی کے ظہور کی ایک ایسی علامت بتاتا ہوں کہ جس کے پورا ہونے پر کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کرے گا اور وہ یہ علامت تھی کہ رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا اور جب سے دنیا قائم ہوئی ہے کسی شخص کے دعویٰ کی صداقت کے لئے رمضان میں مقررہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن نہیں لگا۔ دوسرے فرمایا کہ میں تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ اس مہدی کے سچائی کے یہ دو گواہ دو دفعہ گواہی دیں گے۔ اور اس لئے کہ دنیا نے خود کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہوگا۔

ایک یہ HEMI SPHERE کہلائے گا جس میں ہم رہتے ہیں اور دوسرا وہ HEMI SPHERE جس میں امریکہ واقعہ ہے اور اس میں دراصل اس کی صداقت کو لینے پر اتنا زور تھا کہ کہیں امریکہ میں رہنے والوں کو یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن لگتے نہیں دیکھا یا ہندوستان میں رہنے والوں کو (پاکستان تو اس وقت بنا نہیں تھا) یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ امریکہ کا کیا ہے یہاں تو چاند اور سورج کو گرہن لگتے نہیں دیکھا گیا۔ اب تو یہ لوگ ہمیں نعوذ باللہ انگریز کا ایجنٹ کہتے ہیں پھر کہہ دیتے کہ یہ امریکہ کا ایجنٹ ہے انہوں نے امریکیوں سے مل کر یہ جھوٹ بنا لیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کی چھتوں پر سے میرے اس نشان کو دیکھو گے۔ کس نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ یہ کون تھا جو اپنے رب کریم کی طرف سے ہمارے لئے یہ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لے کر آیا تھا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو عَبْدُهٗ کے باوجود رَسُوْلُهٗ بھی ہیں اور ہر دو لحاظ سے آپ کی بڑی شان ہے۔ ہماری تاریخ اور ہمارا قرآن آئندہ کی خبروں، پیشگوئیوں اور علم غیب کے متعلق ہمیں بہت کچھ بتاتا ہے۔ یہاں تک بتاتا ہے کہ ہم دعا اور صدقہ کے ساتھ کس طرح اپنی قسمتوں کو بدل سکتے ہیں۔ استغفار بھی دعا ہے۔ پس دعا اور صدقہ کے ساتھ انسان غیب کی

بدحالی کو خوشحالی سے بدل سکتا ہے۔ مثلاً یہ جو منذر خواب آجاتی ہے یہ تمہیں ڈرانے کے لئے نہیں آتی۔ یہ تمہاری بہبود کے لئے آتی ہے۔ یہ اس لئے آتی ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے حضور صدقہ دو، مالی قربانی دو، اپنے جذبات اور روح کی قربانی دو تا کہ وہ خطرہ جو منذر خواب میں نظر آیا ہے وہ ٹل جائے۔ یہ بھی دراصل ایک مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ہے۔ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ تو بے شمار ہیں مگر اس وقت ان کی تفصیل میں مَیں نہیں جاسکتا۔

غرض فرمایا تھا کہ لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ میں غیب نہیں جانتا۔ یہ عَبۡدُهٗ کی صدا تھی کیونکہ عبد کی حیثیت میں مقام تذلّل و عاجزی اور اطاعت وفرمانبرداری کے لحاظ سے آپؐ کے منہ سے یہی نکلے گا لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ ۔ میری ذات میں کیا خوبی ہے۔ اسلئے میں کسی غیب کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہمارا رسول بھی ہے۔ یہ ہمارا محبوب بھی ہے یہ ہمارا محمدؐ اور خاتم النّبیّن بھی ہے۔ ہم اس کے ہاتھ میں غیب کی چابیاں پکڑا دیں گے۔ سارا قرآن غیب کی چابیاں ہی تو ہے۔

پھر جہاں تک غیب کا تعلق ہے سب سے بڑا غیب، سب سے اہم غیب اور سب سے زیادہ جس غیب کی ہمیں فکر کرنی چاہیئے وہ مرنے کے بعد آخرت کی زندگی کے متعلق غیب ہے۔ اس غیب کے متعلق قرآن کریم کی ایک ایک آیت ہی نہیں بلکہ میں کہتا ہوں ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کی چابی ہے۔

پس فرمایا یہ چابیاں ہیں۔ ان کو لگاؤ اور قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگیاں گذارو۔ جنت کے قفل تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ جنت غیب ہی تو ہے۔ حاضر کہاں ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی غیب ہے۔ یہاں تو کوئی ارواح نہیں۔ وہ تو اپنے اپنے مقام پر ہیں۔

اس آیت میں تیسرا اعلان ایک تیسرے نقطہ نگاہ سے یہ کیا گیا تھا کہ

وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ

میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ ہم فرشتے بھیجتے ہیں۔ ہماری تعبیر الرویاء کی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے اور ہمارے احمدی مردوں اور عورتوں کا تجربہ

بھی یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ہماری حفاظت کے متعلق بتانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس طرح بھی بتایا کرتا ہے کہ میں اپنے فرشتوں سے تمہاری حفاظت کرواؤں گا یا یہ فرمایا ہے کہ میں نے تمہاری حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے ہیں۔

پس اس معنی میں وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ میں یہ اعلان ہوگا کہ میں بحیثیت عَبْدُهٗ تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔

اِنِّیْ مَلَكٌ کے دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں اپنی پاکیزگی کا اعلان نہیں کرتا۔ اس لئے ہم میں سے کسی آدمی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص تو فرشتہ ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اس کا تو یہ مفہوم بنتا ہے کہ فلاں آدمی بالکل معصوم ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے حالانکہ اس چیز کا دعویٰ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر میرے محبوب بندے بننا چاہتے ہو تو تم اپنی طرف سے یہ اعلان نہ کرنا کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ یہ اعلان کرنا ہے کہ میں لوگوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ یہ عَبْدُهٗ کا اعلان تھا جو وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ کی صورت میں کیا گیا۔ رَسُوْلُهٗ کا اعلان سورہ انعام میں آگے جا کر یوں آتا ہے:-

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ (الانعام: ۶۲)

یعنی جس ہستی کا یہ رسول ہے وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور عربی زبان میں اس غلبہ کے ساتھ عاجزی اور تذلل کے معنے بھی لگے ہوئے ہیں۔ اسلئے ہم اس کے یہ معنے بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ اُس نے اپنی مخلوق کے ایک حصے کو عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے پر جبراً مجبور کر دیا ہے۔ مثلاً یہ ہوائیں ہیں، یہ فرشتے ہیں مگر انسان کے لئے یہ حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور تذلل کی راہوں کو اختیار کیا جائے کیونکہ وہ غالب ہے۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تو بندہ ہوں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار ہوں اور اپنے اندر کوئی غلبہ اور طاقت رکھتا ہوں لیکن میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ جس خدا کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہ انسانوں پر غلبہ رکھتا ہے اور اُن سے تذلل اور

عاجزی کا مطالبہ کرتا اور خواہش رکھتا ہے گو انسان کو اختیار دے دیا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا یہی ہے کہ انسان اس کے سامنے عاجزانہ طور پر جھکے اور اس کی بتائی ہوئی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً یعنی وہ نگران رسول بھیجتا ہے۔ وہ بندوں کی طرف نگران رسول ہو کر آتے ہیں۔ ان کی طرف خدا کا پیغام لے کر آتے ہیں اسی لئے ان کو پیغمبر بھی کہا گیا ہے اور نگران کی وجہ سے شہید اور شاہد بھی کہا گیا ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کہاں غلطی ہوئی۔ کس رنگ میں غلطی ہوئی اور پھر کس طرح اس کی اصلاح کرنی چاہئے۔ وہ نگران کے طور پر انذار بھی کرتے ہیں اور تبشیر بھی۔ اس کے حَفَظَةً یعنی نگران ہونے کے لحاظ سے اور پھر اس لحاظ سے بھی کہ ان کے ذمہ یہ فرض عاید کیا گیا ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو عاجزانہ راہوں سے بھٹکنے نہ دیں یعنی ان کو عاجزانہ راہیں چھوڑنے نہ دیں۔ اس لئے وہ بندوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

پس حَفَظَةً یعنی نگران کے معنے میں پیغام لانے والا بھی ہو گیا اور جس کے معنے بشیر اور نذیر کے بھی ہیں اور یہ نگرانی اس معنے میں بھی ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی راہوں سے بھٹک نہ جائیں۔ قرآن کریم نے ہمیں دوسری جگہ یہ بتایا ہے کہ انسان کی یہ کوشش کہ کوئی آدمی صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائے بالکل لایعنی ہے اور اس کا نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ میرا کام ہے۔ یعنی اس چیز کی حفاظت کہ کوئی شخص صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائے خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ یہ چیز انسان کے اختیار ہی میں نہیں ہے۔ جب انسان کو اس کے کہنے کے مطابق رسول یا نگران یا شہید یا حافظ (حفاظت کرنے والا) کہا جائے گا تو یہ اس معنی میں کہا جائے گا کہ وہ دن رات دعائیں کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچتا اور انسان کو گمراہ ہونے سے بچنے کی تبلیغ کرتا ہے۔

غرض عَبْدُهٗ میں یہ اعلان کیا تھا کہ میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور رَسُوْلُهٗ میں یہ اعلان کیا کہ میں خدا کا رسول اور حافظ بنا کر شہید اور شاہد بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر ملک کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں پاک ہوں درحقیقت یہ ایک بڑا ہی عظیم اعلان ہے اور بڑا ہی حسین بھی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم

ہستی کی زبان مبارک سے یہ کہلوانا کہ میں فرشتہ نہیں دراصل یہ ہمیں سبق دینے کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ کے حسین امتزاج کی رو سے جو بھی مقام ہے آپؐ اس مقام کو پہنچ گئے تھے۔

پس عَبۡدُہٗ میں یہ اعلان کیا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں اپنے آپ کو معصوم اور بے خطا نہیں کہتا کیونکہ اگر مَعۡصُوم عَنِ الۡخَطَاء ہونے کا دعویٰ ہوتا تو پھر آپؐ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ اے عائشہؓ! میں بھی جنت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی جاؤں گا۔ دوسری طرف یہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے متعلق پہلے انبیاء نے بھی دعائیں کی تھیں اور یقین کیا تھا کہ آپ ایسے رسول ہوں گے جو یُزَکِّیۡکُمۡ کے مصداق ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! وہ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایسے رسول ہوں گے جو اپنی طہارت اور پاکیزگی کے بلند مقام پر فائز ہوں گے اور یہ مقام انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوگا اور اس اعلیٰ مقام کی وجہ سے وہ تمہاری پاکیزگی اور طہارت کے سامان پیدا کرنے والے ہوں گے۔ یہ رَسُوۡلُہٗ کی ندا ہے۔

وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ کے ایک معنی تو وہ ہیں جو ملک کے دونوں معنوں پر حاوی ہے۔ یہ آگے تفسیر کے طور پر میں نے بتا دیا ہے۔ دوسری جگہ زیادہ وضاحت کے ساتھ، زیادہ تکرار کے ساتھ اور زور دینے کے لئے یُزَکِّیۡهِمۡ اور یُزَکِّیۡکُمۡ کے الفاظ آگئے ہیں۔

پس عَبۡدُہٗ کے مقام کی رو سے یہ اعلان کروایا گیا کہ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں جب کہ رَسُوۡلُہٗ کے مقام کی رو سے یہ اعلان کروایا گیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے قرب کا مجھے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ میں تمہارے گند دور کروں گا اور غلاظتوں کو دھو کر انہیں صاف کر دوں گا اور تمہیں پاک اور مطہر بنا دوں گا۔

چنانچہ امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ امت میں سے جس شخص نے بھی آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے آپؐ کے عَبۡدُہٗ کے مقام میں ’’اسوہ‘‘ کے جو

تقاضے تھے ان کو پورا کیا تو اس نے آپ کی وہ برکتیں جو رَسُوْلُہٗ کے مقام کی وجہ سے آپ کو حاصل تھیں ان کو طفیلی طور پر پا لیا مگر جن لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عبد کامل ہونے کے مقام کو پہچانا نہیں اور اَبآء اور اِسۡتِکۡبَار سے کام لے کر خود کو اس اعلان سے بھی بڑھ کر اعلان کرنے کا اہل سمجھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے کروایا گیا تھا تو انہوں نے رَسُوْلُہٗ کی برکتوں سے خود کو محروم کر دیا۔ ہماری تاریخ اس بات پر شاہد ہے اور ہمارے دل اس بات کے لئے تڑپ رہے ہیں کہ خدا کرے ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عَبۡدُہٗ ہونے میں جو اسوہ ہمارے سامنے رکھا گیا ہے اس کی پیروی کرنے والے ہوں تا کہ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رَسُوْلُہٗ کے مقام سے جن برکتوں کا اعلان کرتے ہیں ان برکتوں سے ہم حصہ لینے والے ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(از رجسٹر خطبات ناصر۔ غیر مطبوعہ)